حافظ صلاح الدین یوسف

درسِ قرآن

تعلیم قرآن یا دم (جھاڑ پھونک) کا معاوضہ لینے کا مسئلہ

ان دونوں واقعات سے اکثر علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم دینے یا دم جھاڑ کرنے پر معاوضہ لینا جائز ہے' نیز قرآن کریم کے ساتھ دم کرنا بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ اگر مذکورہ کام ناجائز ہوتے تو نبی ﷺ اس سے منع فرما دیتے اور معاوضہ بھی واپس لوٹانے کا حکم دیتے اور بعض علماء نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں سرے سے تعلیم قرآن یا قراءت قرآن کا مسئلہ ہی نہیں ہے' کیونکہ اہل قبیلہ نے آکر یہ نہیں کہا تھا ایسا شخص مہیا کریں جو انہیں قرآن پڑھ کر سنائے یا قرآن کی تعلیم دے' انہوں نے تو یہ کہا تھا کہ ہمارے مریض کا علاج کر دے' گویا انہوں نے ایک طبیب کا مطالبہ کیا تھا' اور شفایاب ہونے پر انہوں نے علاج کا معاوضہ دیا تھا۔ علاوہ ازیں صحابہ نے بھی معاوضہ اس لئے طلب فرمایا تھا کہ ان لوگوں نے ان مسافر صحابہ کی مہمان نوازی نہیں کی تھی۔ جو ان کا اہل قریہ پر حق تھا۔ انہوں نے اس حق کی ادائیگی میں کوتاہی کی تھی اس لئے صحابہ کرام نے پہلے معاوضہ طے کیا' تاکہ اس طرح اپنا حق وصول فرمالیں۔

دوسری رائے کی تائید میں یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بعض اہل صفہ کو قرآن کریم کی تعلیم دی' تو ان میں سے ایک شخص نے ان کو ایک کمان بطور ہدیہ دی۔ انہوں نے سوچا یہ کوئی مال تو نہیں ہے' بلکہ ایک ہتھیار ہی ہے جس سے میں اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا۔ تاہم انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اس کی بابت رسول اللہ ﷺ سے ضرور پوچھیں گے' چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں آئے اور آکر بطور استفسار آپ کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا:

ان كنت تحب ان تطوق طوقا من نار فاقبلها. (ابو دائود ' البيوع' باب فی كسب المعلم)

ترجمہ:- "اگر تجھے یہ پسند ہے کہ تجھے آگ کا طوق پہنایا جائے' تو اس ہدیئے کو قبول کرلے"

اس روایت کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہے' لیکن دوسرے طرق سے اس کا ازالہ ہو جاتا ہے اور بہ حیثیت مجموعی یہ روایت صحیح قرار پاتی ہے۔ چنانچہ شیخ البانی نے بھی اسے صحیح ابی داؤد میں نقل کرنے کے علاوہ الاحادیث الصحیحہ میں بھی اس کی سند پر مفصل بحث کر کے اسے صحیح کہا ہے (دیکھئے رقم ۲۵۶' ۲۶۰' ارواء الغلیل' رقم ۱۴۹۳) لیکن دوسرے بعض علماء کے نزدیک سنن ابی داؤد کی روایت ضعیف اور ناقابل استدلال ہی ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ جن علماء کی رائے میں سنن ابی داؤد کی روایت صحیح نہیں' ان کے نزدیک تو مسئلہ واضح ہے' کیونکہ صحیح بخاری کی روایت سے اجرت اور معاوضہ لینا ثابت ہے۔ لیکن جن کے نزدیک ابو داؤد کی روایت بھی صحیح ہے تو پھر دونوں روایات میں جو تعارض ہے' اس کا دور کرنا ضروری اور جمع و تطبیق کا اہتمام ناگزیر ہے۔

یعنی دونوں قسم کی روایات کی ایسی توجیہ کرنا' جس سے تعارض ختم ہو جائے اور موقع و محل کے اعتبار سے دونوں پر عمل کرنا ممکن ہو۔ ہمارے خیال میں تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جس معاشرے اور ماحول میں مسلمانوں کا تعلق قرآن کریم کے ساتھ گہرا ہو اور ہر شخص از خود قرآن کے ساتھ رغبت اور اس کو پڑھنے اور سمجھنے کا شوق رکھتا ہو' تو وہاں چونکہ قرآن کی تعلیم و تعلم کے لئے زیادہ محنت اور توجہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بلکہ ہر شخص از خود ہی اپنے مذہبی فریضے کی اہمیت کو سمجھتا اور اس کی ادائیگی کا جذبہ رکھتا ہو گا' وہاں قرآن و حدیث کے ساتھ اعتناء بھی عام ہوگا۔ ایسے ماحول اور معاشرے میں محض

تعلیم قرآن پر معاوضہ لینا جائز نہیں ہوگا۔ عہد رسالت اور صحابہ کرام کا معاشرہ بھی یقیناً ایسا ہی تھا' اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن پر ہدیہ لینے کو سخت ناپسند فرمایا اور اس پر سخت وعید بیان فرمائی۔

اور جہاں صورت حال اس کے برعکس ہو' مسلمان قرآن کریم سے بالکل غافل ہوں اور ان کی ساری توجہ صرف دنیاوی علوم و فنون کی طرف ہو' تو ایسے معاشرے اور ماحول میں جب تک قرآن کریم کی تعلیم و تعلم اور تبلیغ و تدریس کے لئے خصوصی محنت نہیں کی جائے گی' اس وقت تک مسلمانوں کا تعلق قرآن کریم اور قرآنی تعلیمات کے ساتھ برقرار رکھنا نہایت مشکل ہوگا۔ جیسے آج کل بدقسمتی سے ہمارا معاشرہ ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں مسلمانوں کا قرآن کریم اور اسلام کے ساتھ تعلق بالکل واجبی سا ہے اور وہ بھی ان مساجد و مدارس دینیہ کی وجہ سے ہے جن میں علماء معاوضہ لے کر قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر آج یہ فتوی دے دیا جائے کہ تعلیم قرآن و حدیث پر معاوضہ لینا حرام ہے' تو ظاہر بات ہے کہ وہ علماء جو رات دن قرآن کی تعلیم و تدریس یا تبلیغ و دعوت میں مصروف ہیں اور جن کی مساعی کی بدولت معاشرے میں کچھ نہ کچھ اسلامی جذبات موجود اور اسلامی اقدار و روایات کا تصور زندہ ہے۔ انہیں تعلیم و تبلیغ کا یہ سلسلہ موقوف کر کے کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرنا پڑے گا اور خدانخواستہ اگر ایسا ہو گیا تو پھر یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ مسلمانوں کا کتنا تعلق قرآن اور اسلام کے ساتھ باقی رہ جائے گا؟ اس معاشرے اور ماحول کے پیش نظر یقیناً یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جن علماء نے اپنے کو قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس یا تبلیغ و دعوت کے لئے وقف کیا ہوا ہے' ان کا معاوضہ لے کر بھی یہ کام کرنا ایک بڑا جہاد ہے۔ چہ جائیکہ اس معاوضے کو حرام قرار دے کر اس سلسلہ خیر کو ختم کرنے کی اور مسلمانوں کا تعلق قرآن کریم سے بالکل منقطع کرنے کی مذموم سعی کی جائے۔

اس موقف کی تائید خود رسول اللہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے بھی ہوتی ہے کہ جب بستی والوں نے مسافر صحابہ کی مہمان نوازی نہیں کی تو آپ نے ان سے معاوضہ لینے کی نہ صرف تحسین کی' بلکہ اسے بہترین معاوضہ قرار دیا۔ جس سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ بعض احکام و مسائل میں حالات و ظروف کا بھی اعتبار ہوتا ہے' تاہم اس کا فیصلہ علمائے ربانی ہی کر سکتے ہیں جن کے دل ایمان و تقویٰ سے معمور اور اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی سے معمور ہوں۔ اس کی ایک دوسری شرعی نظیر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موذن کی بابت فرمایا ہے کہ ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو آذان پر اجرت نہ لے۔ (ارواء الغلیل رقم ۱۴۹۲) لیکن آج پورے عالم اسلام میں اس کے برعکس تنخواہ دار موذن مقرر ہیں اور علماء نے اسے بھی اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں قبول کر لیا ہے' کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مسجدوں کی حفاظت و نگرانی اور بروقت اذانوں کا اہتمام بہت مشکل ہوتا۔ اسی مشکل کے پیش نظر علمائے اسلام نے اس مسئلے میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے عمومی مفاد کی خاطر لچک کا مظاہرہ کیا ہے۔

"سبیل اللہ کے من جملہ مصارف میں ایک مصرف علماء کا ہے جو مسلمانوں کے دینی مصالح اور ضروریات کا انتظام کرتے ہیں' ان کے لئے بھی اللہ کے مال میں حصہ ہے' چاہے وہ مال دار ہوں یا فقیر' بلکہ اس مصرف پر خرچ کرنا بہت زیادہ اہم ہے' کیونکہ علماء انبیاء کے وارث اور دین کے علم بردار ہیں' انہی سے اسلام اور شریعت اسلامیہ کی حفاظت ہو سکتی ہے"

ایک اجتہادی مثال

اس کی ایک اجتہادی مثال زکوۃ کے مصارف میں فی سبیل اللہ کا مفہوم بھی ہے' جمہور علماء اسی بات کے قائل چلے آرہے ہیں کہ اس سے مراد جہاد یعنی اللہ کے راستے میں لڑنا ہے۔ جب کہ بعض علماء اس میں توسُّع کے قائل ہیں اور وہ اس سے کار خیر مراد لیتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کے نزدیک ہر رفاہی اور بھلائی کے کام میں زکوۃ کی رقم استعمال ہو سکتی ہے۔ تاہم دلائل کے اعتبار سے جمہور علماء کا موقف صحیح ہے کیونکہ قرآن میں یہ مصارف انما کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں اور یہ لفظ تحدید اور حصر کا متقاضی ہے' اگر فی سبیل اللہ کو عام کر دیا جائے تو یہ حصر بے معنی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض جدید علماء نے جو جمہور کی رائے ہی صحیح قرار دیتے ہیں' انہوں نے جہاد کے مفہوم میں وسعت پیدا کر کے اسلام کی تعلیم و تبلیغ' دعوت اور اس کی نشر و اشاعت وغیرہ کی تمام مساعی کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ اس نقطہ نظر سے ان کے نزدیک مدارس دینیہ دینی کتابوں کی نشر و اشاعت' دینی رسائل و مجلات اور کفار کی جیلوں میں قید بے کس اور بے سہارا علماء و داعیان اسلام پر زکوۃ کی رقم خرچ کرنا جائز ہے اور یہ فی سبیل اللہ کے مفہوم میں شامل ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے' فقہ الزکوۃ' للقرضاوی بحث مصارف زکوۃ)

اسی نقطہ نظر سے' جس کی

بقیہ صفحہ نمبر 30 پر

حافظ صلاح الدین یوسف

درسِ حدیث

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده. (صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب بیان تفاضل الاسلام وای اموره افضل)

ترجمہ:- مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

اس میں بھی اسلامی اخوت کے تقاضوں کا بیان ہے۔ جب مسلمان بھائی بھائی ہیں تو پھر کسی مسلمان کی زبان یا ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف کیوں پہنچے؟ گویا ایک مسلمان کو کسی مسلمان کی بابت زبان سے ایسی بات نہیں نکالنی چاہئے۔ جس سے اس کو تکلیف پہنچے' مثلاً اسے گالی دے' اس کی غیبت اور بدگوئی کرے' اس پر الزام تراشی اور افتراء پردازی کرے' اس کو کسی بات کا طعنہ دے۔ ایک مسلمان کو ان تمام باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اس طرح کوئی ایسا اقدام نہ کرے جس سے کسی مسلمان کو نقصان ہو۔ اسے دھوکہ دے' اس کے ساتھ بددیانتی نہ کرے' اس کی جان' مال اور عزت و آبرو پر دست درازی نہ کرے' وغیرہ وغیرہ

اس مفہوم کو ایک دوسری حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

لا یومن احدکم حتیٰ یحب لاخیه ما یحب لنفسه. (صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب نمبر ۱۷)

ترجمہ:- تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں' جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

جب ایک شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کوئی دھوکہ فریب کا معاملہ کرے یا اس کی تذلیل واہانت کرے یا اسے کسی قسم کا نقصان پہنچائے' تو اسے بھی چاہئے کہ وہ بھی کسی کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کرے جس میں دھوکہ ہو' اس کی ذلت و رسوائی ہو یا اس کا نقصان ہو۔

ایک اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یدخل الجنة من لا یامن جاره بوائقه. (مسلم' الایمان' باب بیان تحریم ایذاء الجار)

ترجمہ:- وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا' جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سباب المسلم فسوق و قتاله کفر. (صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب بیان قول النبی صلی الله علیه وسلم سباب المسلم فسوق --- صحیح بخاری' کتاب الادب' باب ما ینهی من السباب واللعن)

ترجمہ:- مسلمان کو گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر۔

اس حدیث میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ مسلمان کو گالی دینا فسق یعنی اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا کام ہے اور دوسری یہ کہ مسلمان سے لڑنا کافرانہ فعل ہے۔

گالی کا مطلب ہے کسی شخص کے بارے میں ایسے کلمات استعمال کئے جائے جو اس کی عزت کو داغ دار کر دیں۔ ایسا بالعموم لڑائی اور جھگڑے کے موقع پر ہوتا ہے۔ لڑائی کے وقت انسان غصے اور اشتعال میں دوسرے فریق کو سب شتم کرتا اور اس کی عزت پر حملہ آور ہوتا ہے۔

ایمان و تقویٰ سے آراستہ لوگ' غصے اور لڑائی کے وقت بھی اپنے جذبات پر کنٹرول رکھتے اور گالی گلوچ سے گریز کرتے ہیں' اس لئے

حدیث میں منافق کی نشانیوں اور علامات میں ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ''اذا خاصم فجر'' جب وہ جھگڑتا ہے تو گالیوں پر اتر آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مومن صادق کسی حالت میں اپنی زبان کو سب وشتم سے آلودہ نہیں کرتا۔

اس حدیث میں بھی گالی گلوچ کو ''فسق'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کے معنی اللہ کی اطاعت سے نکل جانے کے ہیں۔ گویا گالی دینے والا اللہ سے اپنے عہد اطاعت کو توڑ دیتا اور شیطان کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتنا بڑا جرم ہے۔

اسلام نے جس اخلاق' تہذیب و شائستگی اور عفو ودرگزر کی تعلیم دی ہے۔ گالی کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اسلامی اخلاق و کردار کا حامل شخص سب وشتم کا ارتکاب نہیں کرتا۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو ماں کی گالی دے دی' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

انک امروء فیک جاهلية. (صحیح بخاری' کتاب الادب' باب ما ینهی من السباب و اللعن)

ترجمہ:- تم ایسے آدمی ہو جس میں جاہلیت کے آثار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل واخلاق کے بیان میں آتا ہے کہ آپ فحش گو تھے نہ لعن طعن کرنے اور گالی دینے والے' آپ ناراض اور غصے کے وقت صرف یہ فرماتے۔ اسے کیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔ (حوالہ مذکور)

ہمیں بھی عہد کرنا چاہئے کہ گالی سے گریز کریں گے' کیونکہ یہ منافق کی علامات میں سے اور جاہلیت کے آثار میں سے ہے اور ہمیں تو ایک مومن کا کردار اپنانا ہے نہ کہ منافق کا' اور اسلامی تہذیب واخلاق سے آراستہ ہونا ہے نہ کہ جاہلیت کی بے ہودگیوں کو اختیار کرنا' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض. (صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب بیان معنی قوله' لا ترجعوا بعدی کفاراً.....)

ترجمہ :- میرے بعد تم ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔

مسلمانوں نے آپس میں لڑنا اور ایک دوسرے کا ناجائز خون بہانہ' اتنا سخت جرم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفر سے تعبیر فرمایا ہے' گویا یہ ایک کافرانہ فعل ہے کسی مسلمان کا شیوہ نہیں۔

مسلمان کا شیوہ تو کافروں یعنی اللہ کے دشمنوں سے لڑنا اور ان سے جہاد کرنا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کی صفات میں اللہ تعالیٰ نے انکی ایک اہم صفت یہ بیان فرمائی ہے۔

اشدآء علی الکفار رحماء بینهم (سورۃ فتح' ۲۹)

کافروں پر سخت' آپس میں رحم دل''

مسلمان جب اس صفت سے متصف رہے' وہ کافروں سے معرکہ آرا اور جہاد وغا کے میدان میں ان سے برسرپیکار رہے' جس کے نتیجے میں مسلمان ہر جگہ غالب وکامران اور کافر مغلوب وناکام ہوئے۔

آج جب مسلمان کی حالت اس کے برعکس ہو گئی ہے یعنی آپس میں ہی لڑ جھگڑ رہے اور دوسرے کی گردنیں مار رہے ہیں اور کافر انہیں للکار رہے ہیں' لیکن مسلمان ان کے خلاف تلوار اٹھانے سے گریزاں اور ان سے معاہدے کرنے اور محبت کی پینگیں بڑھانے میں مصروف ہیں' تو وہ مغلوبیت وپستی کا شکار اور ذلت و نکبت سے دوچار ہیں۔

اس لئے مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ وہ اپنی عظمت رفتہ حاصل کریں' عزت وسرفرازی ان کے حصے میں آئے اور دنیا میں وہ باوقار زندگی گزاریں' تو اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے آپس میں بھائی بھائی اور شفیق ورحیم بن کر رہیں' اپنے اختلافات بھائیوں کی طرح آپس میں بیٹھ کر دور کریں اور ایک دوسرے کے خلاف سازشوں کے جال بننے چھوڑ دیں۔ اور کفر اور کافروں کے خلاف مجسم غیظ و غضب بن جائیں' قہر الٰہی بن کر ان پر ٹوٹ پڑیں اور جہاد کے ذریعے سے ان کی قوت وشوکت پر کاری ضرب لگا کر اس کو پارہ پارہ کر دیں اور اسے افسانہ ماضی بنا دیں۔

سالانہ آل پاکستان

ختم النبیین کانفرنس

مرکز خاتم النبیین العالی اہلحدیث میں نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہو رہی ہے (انشاءاللہ) جس میں ملک بھر سے محدثین' علماء کرام' خطباء عظام' قراء' شعراء' دانشور' صحافی' اور مجاہدین تشریف لا رہے ہیں۔

نوٹ:- تفصیلی اشتہار کا انتظار فرمائیں۔